کلرک بادشاہ

صرف ایک منٹ،بس دو منٹ،ابھی دس پندرہ منٹ میں ہو جائیگا۔آپ فکر نہ کیجیے بس دو تین دن مصروفیت ہے اس کے بعد آپکا ہی کام ہوگا۔کوئی مسئلہ ہی نہیں ایک دو ہفتہ بعد تک ہو جائیگا۔یہ وہ الفاظ ہیں جو ہر اس شخص کو نہ جانے کتنی بار سننا پڑتے ہیں جسے کسی بھی دفتر میں کسی نوعیت کا بھی کوئی کام پڑتا ہے آپ کسی بھی محکمہ کے کسی سطح کے دفتر میں چلے جائیں آپکو یہی جواب ملے گا کہ آپ دو منٹ تشریف رکھیں ابھی ہو جاتا ہے آپکو کچھ حوصلہ اور امید پیدا ہوئی اور آپ نے شکریہ ادا کرنا چاہا تو جواب ملا کہ اگر آپ کو کوئی کام ہے تو وہ کر آؤ۔بس آپ کے آتے ہی ہو جائیگا۔اگر آپ اس پر رضامند ہو گئے تو آپ کو اطلاع دی جائیگی کہ آپ کل یا پرسوں آ جانا۔**علی ھذا لقیاس**

یہ ایک منٹ شیطان کی آنت کی طرح اتنا طویل ہو جاتا ہے کہ گزرنے کا نام ہی نہیں لیتا۔اور یہ کبھی مخصوص محکمہ کی بات نہیں بلکہ سرکاری یا غیر سرکاری آپ کسی دفتر میں چلے جائیں ''کلرک بادشاہ'' آپ کو پہلے سے تیار شدہ جواب دے گا کہ ابھی وقت نہیں ہے آپ تھوڑی دیر ٹھہر کر آ جایئے گا۔اگر آپ ''تھوڑی دیر'' کی وضاحت چاہیں گے تو آپکو وہ مکمل گروان سننے کو ملے گی جس کی طرف گذشتہ سطور میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔

یہ جملہ تو اکثر سنتے تھے ''کلرک بادشاہ'' لیکن سمجھنا مشکل ضرور تھا کہ کلرک ''بادشاہ'' کیسے ہوتا ہے؟ کیونکہ یہی تو بس معمولی سا ملازم ہے جو کسی بھی دفتر کے ایک کونے میں میز کرسی لگائے ہر وقت کام میں لگا رہتا ہے دماغ کا تو پتہ نہیں کہاں ہوتا ہے البتہ اس کے ہاتھ میں قلم ''نگاھیں کاغذ پر'' اور کان اپنے ''صاحب'' کی زبان سے نکلنے والے الفاظ کے منتظر ہوتے ہیں۔حتیٰ کہ کام کی زیادتی کی وجہ سے موٹے موٹے شیشوں والی عینک اس کی مجبوری بن چکی ہے اور رات کو بستر نید پر دراز بھی یہی سبق یاد کرتا رہتا ہے جی سر۔ٹھیک۔جی ابھی ہو جاتا ہے بس آپ ایک منٹ تشریف رکھیں۔

لیکن معاشرے میں جب آپ نکلتے ہیں تو کسی کلرک کیلئے ''بادشاہ'' کا لاحقہ بالکل حقیقت نظر آتا ہے کہ ''بڑے صاحب'' آپ کا کام کرنا چاہتے ہیں لیکن اگر آپ نے کلرک بادشاہ کی مٹھی یا زبان گرم نہیں کی اور وہ آپکو سزا دینا چاہتا ہے تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ آپ کام ہو جانے کی خوشی کو زندگی کا حصہ بنا سکیں بلکہ وہ لمحات تو مزید تلخ ہو جاتے ہیں جب فائل بڑے صاحب کی میز سے ''کلرک بادشاہ'' کی خدمت میں پہنچ جاتی ہے۔

اب اس ''بادشاہ'' کی ڈکشنری میں حیلے بہانوں کیلئے اتنے الفاظ ہوتے ہیں کہ شاید ابلیس نے کبھی تصور بھی نہیں کئے ہونگے آپ ہزار بار بھی انکی توجہ دلائیں تو ہر بار یہی جواب دیں گے۔ٹھہر کے آنا۔ابھی میں مصروف ہوں۔بس ایک منٹ انتظار کیجیے میں ابھی آ کر کر دیتا ہوں یہی کہہ کر وہ باہر نکلیں گے تو مجال ہے کہ آپکو تلاش بسیار کے باوجود مل جائیں کیونکہ وہ تو کسی ''اہم'' میٹنگ میں شریک ہونگے یا کسی ہوٹل اور چائے خانے میں کسی دوسرے سے وقت طے کر رہے ہونگے یا پھر یہ بھی بعید نہیں کہ وہ گھر میں چارپائی کو رونق بخش چکے ہوں کیونکہ ضرورت سے زیادہ ''ہوشیار'' لوگ ایسا بھی کرتے ہیں انہیں معلوم ہوتا ہے کہ ''بڑے صاحب'' نے دو بجے دفتر سے اٹھنا ہے تو وہ سائل کو 2 بجکر پانچ منٹ کا ٹائم بتائیں گے کہ آپ ٹھیک 2 بجکر پانچ منٹ پر آ جائیں اب وہ بے چارہ وقت مقررہ پر پہنچتا ہے نہ جانے اس نے کتنے ضروری کام ادھورے چھوڑے کتنی مسافت سے کس کوفت کیساتھ وہ پہنچا۔اس ''بادشاہ'' کی جانے بلا سے۔لیکن یہ اس کے پہنچنے سے پہلے ''بڑے صاحب'' کے دفتر سے نکلتے ہی گھر سدھار گئے ہیں۔

کوئی ان عقل کے طوطا ماروں سے پوچھے کہ او بندے خدا تو فقط اپنے دل کی تسکین کیلئے کسی دوسرے کے ارمانوں کو چکنا چور کیوں کرتا ہے اپنے آرام کے لئے کسی دوسرے کا سکون کیوں چھینتا ہے تجھے معلوم ہے یہ کام میں نے ہی کرنا ہے ''سرکار'' مجھے یہی کام کرنے کی تنخواہ دے رہی ہے پھر تو اسے بار بار ٹرخا کر جہاں اس کی پریشانی اور کوفت میں اضافہ کر دیا ہے وہاں اپنے کام کا بوجھ بھی تو بڑھ رہا ہے۔

اگر تو اپنے وقت کو بہت قیمتی سمجھتا ہے تو کیا اس کے وقت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ممکن ہے اس کا وقت تجھ سے بھی زیادہ قیمتی ہو لیکن مجال ہے کہ ان ''بادشاہوں'' کے دل میں ذمہ داری کا احساس تو درکنار جذبہ انسانیت ہی انگڑائی لے لے۔مثلاً ہمیں ہر ماہ ''ماہنامہ ترجمان الحدیث'' پوسٹ کرنے کیلئے چار۔پانچ ہزار روپے کے ٹکٹ درکار ہوتے ہیں ایک دفعہ میں خود جی۔پی۔او فیصل آباد گیا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ شخص جسے گورنمنٹ فقط اسی بات کی تنخواہ دیتی ہے کہ تو نے ڈاک ٹکٹ فروخت کرنے ہیں وہ گھر سے صرف یہ ڈیوٹی دینے نکلا ہے مگر کرتے کیا ہیں کہ آپ آدھے گھنٹے بعد آیئے۔صبح کی شفٹ والے کہتے ہیں شام پانچ بجے کے بعد لے جائیں شام والے کہتے ہیں صبح 9 بجے کے بعد ملیں گے۔حالانکہ ٹکٹ موجود ہیں روپے سامنے نظر آ رہے ہیں فقط اپنے خبث باطن کے اظہار کیلئے ٹال مٹول کر رہے ہیں۔کیونکہ پوچھنے والا کوئی نہیں اور پوچھے کون؟ پوچھنے والے تو خود منتیں کر رہے ہیں قانون سازی کر رہے ہیں، یا پھر لذت کام و دھن سے کام رکھتے ہیں وہ ان کا پورا ہونا چاہیے۔باقی رہے نظریات و اخلاقیات تو وہ جائیں باڑھ میں۔اور اب تو ان ملازموں نے یہ کہنا بھی شروع کر دیا ہے کہ ہمیں قانونی اور دستوری طور پر حکومت کا حصہ ہونا چاہیے۔

قارئین! جب آپ یہ سطور پڑھ رہے ہونگے تو سیاسی فضا کافی حد تک صاف ہو چکی ہوگی اس لئے آخری سطور کی وضاحت پھر کسی دوسرے موقعہ پر۔ان شاء اللہ